# زکوٰۃ کا اجتماعی نظم

ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی
شعبہ اسلامی معاشرہ جماعت اسلامی ہند

©جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب: زکوٰۃ کا اجتماعی نظم
مؤلف: ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی
صفحات: 14
قیمت: x

**Zakat ka Ijtimayi Nazm**
By: Dr. Muhammed Raziul Islam Nadvi
Pages:14 Price: x

Mobile: 9582050234 || Email:mrnadvi@gmail.com

**Designed By**
**Mohd Asad Falahi**
Mobile: 8287025094

# فہرست


- زکوٰۃ موجبِ تزکیہ ہے اور غریبوں کی امداد کا ذریعہ بھی ٦
- صدرِ اول کا نمونہ ٦
- موجودہ دور میں مسلمانوں کی حالت زار ٧
- زکوۃ کا اجتماعی نظم مطلوب ہے ٨
- 'پیداواری فقرا' میں تقسیمِ زکوٰۃ کی ضرورت ١٠
- عصری تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ پر بھی خرچ کیا جائے ١١
- فی سبیل اللہ کی مد میں توسیع ١٢
- 'فی الرقاب' کی عصری تعبیر ١٣

بسم الله الرحمن الرحيم

١٤٢٠ م

نماز اور روزے کی طرح مسلمانوں پر زکوٰۃ بھی فرض ہے۔ نماز اور روزے جسمانی عبادتیں ہیں اور ہر مسلمان پر فرض ہیں، جب کہ زکوٰۃ مالی عبادت ہے اور صرف مال دار مسلمانوں پر فرض ہے۔ زکوٰۃ ادا کرنے والوں اور زکوٰۃ کے علاوہ بھی اپنا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے والوں کی قرآن پاک میں بہت سی فضیلتیں بیان کی گئی ہیں اور ان کے لیے بارگاہِ الٰہی میں بہت اجر و انعام کا وعدہ کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

هُدًى وَّ رَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ.الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ.اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (لقمان:۳تا ۵)

”ہدایت اور رحمت نیکو کار لوگوں کے لیے ہے، جو نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ یہی لوگ اپنے رب کی طرف سے راہِ راست پر ہیں اور یہی فلاح پانے والے ہیں۔“

اور جو لوگ اس کی ادائیگی میں کوتاہی کرتے ہیں وہ اپنے لیے قیامت میں عذاب کا سامان کرتے ہیں۔ ان کے بارے میں سخت وعیدیں آئی ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ فرمایا: ”جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے مال و دولت سے نوازا ہے اور وہ اس کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے، قیامت کے دن ان کا یہ مال ایک بہت زہریلے اور گنجے سانپ کی شکل میں نمودار ہو گا۔ وہ ان کی گردن میں لپٹ جائے گا اور ان کے دونوں جبڑوں کو نوچے گا اور کہے گا: ”میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں۔“ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ۭ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ۭ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔ (آل عمران:۱۸۰، صحیح بخاری:۱۴۰۳) ”جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے نوازا ہے اور پھر وہ بخل سے کام لیتے ہیں وہ اس خیال میں نہ رہیں کہ یہ بخیلی

ان کے لیے اچھی ہے۔ وہی قیامت کے روز ان کے گلے کا طوق بن جائے گا۔“

زکوٰۃ کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کی وفات کے بعد جب عرب کے کچھ قبیلوں نے زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کر دیا تو خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان سے اسی طرح جنگ کی جس طرح کافروں سے کی جاتی ہے اور فرمایا: ”اللہ کی قسم! میں ان لوگوں سے جنگ کروں گا جو نماز اور زکوٰۃ کے درمیان فرق کرتے ہیں۔“ (صحیح بخاری: ۱۴۰۰)

## زکوٰۃ موجب تزکیہ ہے اور غریبوں کی امداد کا ذریعہ بھی

زکوٰۃ کا ایک پہلو یہ ہے کہ اس سے تزکیہ حاصل ہوتا ہے۔ مال کا بھی اور دل کا بھی۔ زکوٰۃ کے لغوی معنیٰ پاک ہونے اور بڑھنے کے ہیں۔ زکوٰۃ ادا کرنے سے آدمی کا بقیہ مال پاک ہو جاتا ہے، اس کی نیکیوں میں اضافہ ہوتا ہے، اس کے دل میں مال کی محبت کم ہوتی اور اللہ کی محبت بڑھتی ہے، اس کی مرضی کے کام انجام دینے اور اس کی راہ میں اپنا سب کچھ قربان کر دینے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ اس کے ذریعے غریبوں کی امداد ہوتی ہے۔ ان میں بھائی چارہ، ایثار، ہم دردی اور غم گساری کے جذبات پروان چڑھتے ہیں، امیروں اور غریبوں کے درمیان خلیج کم ہوتی اور باہمی تعاون بڑھتا ہے۔ اسی وجہ سے اسلامی معاشیات کا بنیادی اصول اور اہم ترین وصف یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس میں مال صرف مالداروں کے درمیان محصور ہو کر نہیں رہتا، بلکہ وہ غریبوں تک بھی پہنچتا ہے اور اس کی گردش پورے سماج میں جاری رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنكُمْ (الحشر: ۷)

”تاکہ وہ (مال) تمہارے مال داروں ہی کے درمیان گردش نہ کرتا رہے۔“

## صدرِ اول کا نمونہ

اسلام آیا تو اس وقت ان میں عدمِ مساوات کے متعدد عوامل موجود تھے۔ امیروں اور غریبوں کی درمیان وسیع خلیج پائی جاتی تھی۔ امیر اپنی عیش و عشرت میں مگن تو غریب نانِ شبینہ

کے محتاج تھے۔ اسلام نے امیروں کے دلوں میں غریبوں سے ہم دردی کا جذبہ پیدا کیا، ان کے کام آنے اور ان کی ضرورت پوری کرنے کی ترغیب دی اور ایسے احکام دیے جن سے مال غریبوں تک پہنچے۔ اسلامی ریاست قائم ہونے کے بعد اس کی بنیادی ذمے داری قرار پائی کہ تمام شہریوں کا خیال رکھے، ان کی ضرورتیں پوری کرے اور غریبوں اور محتاجوں کی کفالت کرے۔ چنانچہ مال داروں سے زکوٰۃ وصول کرنا اور غریبوں تک پہنچانا حکومت کا کام قرار دیا گیا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے جب حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن بھیجا تو انھیں وہاں کے لوگوں کو اس کی بھی تعلیم دینے کی ہدایت فرمائی:

> ''انہیں بتاؤ کہ اللہ نے ان پر ان کے مالوں میں صدقہ فرض کیا ہے جو ان کے مال داروں سے لیا جاتا ہے اور ان کے غریبوں لوٹا دیا جاتا ہے۔''
>
> (صحیح بخاری:۱۳۹۵، صحیح مسلم: ۱۹)

اسلامی حکومت کی اپنی ذمے داری پہچاننے اور نظامِ زکوٰۃ کے اس کی صحیح اور کامل شکل میں نافذ کرنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ سماج میں مال و دولت کی بنیاد پر تفریق و تفاوت کا خاتمہ ہوگیا۔ خوش حالی عام ہوئی، غربت کا ازالہ ہوگیا، پیداواری عمل اور کاروبار کے لیے ماحول ساز گار ہوا اور سماج کے تمام افراد اسبابِ معاش فراہم کرنے میں لگ گئے۔ اس کا اظہار اس واقعے سے ہوتا ہے کہ حضرت معاذ بن جبلؓ نے خلیفۂ دوم حضرت عمر بن خطابؓ کے عہد حکومت میں یمن میں حکومتی سطح پر وصول کی گئی زکوٰۃ کا کچھ حصہ دار الخلافہ بھیجا تو حضرت عمرؓ نے دریافت کیا کہ تم نے اسے مقامی سطح پر غرباو مساکین میں کیوں نہیں خرچ کر دیا؟ انھوں نے جواب دیا کہ اب یہاں کوئی زکوٰۃ لینے والا نہیں بچا ہے۔ اسی طرح اموی خلیفہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے عہد میں ان کے مصری گورنر نے انہیں خبر دی کہ ان کے تمام افراد مال دار ہو گئے ہیں، زکوٰۃ وصدقات کی رقم لینے والا کوئی نہیں ہے۔

## موجودہ دور میں مسلمانوں کی حالت زار

موجودہ دور میں ہندوستان کی سطح پر دیکھا جائے تو معاشی اعتبار سے مسلمانوں کی حالت

بہت نا گفتہ بہ ہے۔ وہ تعلیم، صحت، روزگار، سرکاری ملازمتوں وغیرہ، ہر میدان میں ملک کی دیگر مذہبی و تہذیبی اکائیوں سے کافی پیچھے ہیں۔ ماضی قریب میں سرکاری سطح پر تیار کی جانے والی سچر کمیٹی رپورٹ نے ان کی غربت، پس ماندگی اور پچھڑے پن کو نمایاں کر دیا ہے اور ملک کے مختلف صوبوں میں اور بحیثیت مجموی پورے ملک کی سطح پر ان کی تعلیمی، سماجی اور معاشی حالت کو اعداد وار کی روشنی میں ظاہر کیا ہے۔ اگر چہ ملک میں مال دار مسلمان بھی قابل لحاظ تعداد میں ہیں، لیکن ان کا سرمایہ پوری ملت کو معاشی اعتبار سے اوپر اٹھانے میں کام نہیں آتا۔ بہت سے مال دار مسلمان عیش وعشرت کے دل دادہ اور اپنے آپ میں مگن رہتے ہیں۔ جو باحیثیت مسلمان اپنے مال میں غریبوں کا بھی حصہ رکھتے ہیں اور حسب توفیق ان پر خرچ کرتے ہیں، ان کا انفاق اتنا غیر منظم اور غیر منصوبہ بند ہوتا ہے کہ کچھ بھی ثمر بار نہیں ہوتا اور مسلمانوں کی مجموعی حالت میں کچھ بھی سدھار نہیں لاتا۔ اگر موجودہ دور میں مسلمان صحیح طریقے سے نظمِ زکوٰۃ قائم کر لیں اور احکامِ شریعت کے مطابق اس کے جمع تقسیم کی منصوبہ سازی کر لیں تو اس کے خاطر خواہ نتائج بر آمد ہوں گے اور وہ صدر اول کی طرح ان کی دنیاوی برکتوں سے بھی فیض یاب ہوں گے۔

## زکوۃ کا اجتماعی نظم مطلوب ہے

تمام اسلامی عبادات میں اجتماعیت کی روح پائی جاتی ہے۔ پنج وقتہ نمازیں فرض کی گئیں تو ساتھ ہی ان کی باجماعت ادائیگی کی بھی تاکید کی گئی۔ روزے فرض کیے گئے تو پوری امت کو متعین دنوں میں ایک ساتھ روزے رکھنے کا حکم دیا گیا۔ حج فرض کیا گیا تو اس کے لیے ایک خاص مقام پر ایک خاص مہینہ اور وقت مقرر کیا گیا اور تمام لوگوں کے لیے اس کی پابندی لازم قرار دی گئی۔ اگر ہر شخص کو اجازت ہوتی کہ وہ تنہا جب چاہے نماز پڑھ لے، جب چاہے روزہ رکھ لے اور جب چاہے حج کر آئے تو ان عبادتوں کی ادائیگی کا وہ اہتمام نہ ہوتا جو ہم دیکھتے ہیں۔ اجتماعیت کی یہی روح زکوٰۃ کے معاملے میں بھی پائی جاتی ہے۔ قرآن مجید میں نماز اور زکوٰۃ کا ذکر بہت سے مقامات پر ایک ساتھ کیا گیا ہے۔ اس سے بھی ان کی اجتماعی اہمیت واضح کرنا مقصود ہے، یعنی جس طرح نماز کی ادائیگی جماعت کے ساتھ فرض ہے، اسی طرح زکوٰۃ کی ادائیگی اور تقسیم بھی اجتماعی

طور پر ہونی چاہیے۔ کسی مسلمان کا انفرادی طور سے زکوٰۃ ادا کرنا ایسا ہی ہے جیسے بغیر جماعت کے نماز ادا کرنا۔ ادائیگی زکوٰۃ کے حکم کے ساتھ مختلف احتیاطی تدابیر بتائی گئی ہیں، مثلاً زکوٰۃ دے کر کسی پر احسان نہ جتایا جائے، اس سے بدلہ یا شکریہ کی خواہش نہ رکھی جائے، نمود و نمائش اور ریاکاری سے بچا جائے، وغیرہ۔ زکوٰۃ کا اجتماعی نظام انسان کو ان تمام خرابیوں سے بچاتا ہے۔

موجودہ دور میں مسلمانوں کو عام طور پر زکوٰۃ کے اجتماعی نظم کی اہمیت کا احساس نہیں ہے، اسی لیے ان کی طرف سے اس کے قیام کی شعوری کوشش بھی نہیں ہوتی۔ جو خوش حال مسلمان ایک دینی فریضہ سمجھ کر زکوٰۃ ادا کرنا چاہتے ہیں ان کی ایک بڑی تعداد اپنی دولت کا ٹھیک ٹھیک حساب کر کے زکوٰۃ نہیں نکالتی اور جو پورا پورا حساب کر کے زکوٰۃ نکالتے ہیں ان کی اکثریت اس رقم کو اپنی صواب دید پر خرچ کر لیتی ہے۔ ان کی طرف سے یہ کوشش نہیں ہوتی کہ منظّم طریقے سے زکوٰۃ کی رقمیں جمع کی جائیں اور منصوبہ بندی کے ساتھ تعین متعینہ مصارف میں انہیں خرچ کیا جائے۔ مولانا ابوالکلام آزادؒ نے زکوٰۃ کے اجتماعی نظم پر بہت زور دیا ہے اور اسے شرعی طور پر مطلوب و مستحسن قرار دیا ہے۔ فرماتے ہیں:

> ”اگر مسلمان آج اور کچھ نہ کریں، صرف زکوٰۃ کا معاملہ ہی احکامِ قرآن کے مطابق درست کر لیں تو بغیر کسی تامل کے دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ ان کی تمام اجتماعی مشکلات و مصائب کا حل خود بخود پیدا ہو جائے گا۔ لیکن مصیبت یہ ہے کہ مسلمانوں نے یا تو احکام قرآنی کی تعمیل یک قلم ترک کر دی ہے، یا پھر عمل بھی کر رہے ہیں تو اس طرح کہ فی الحقیقت عمل نہیں کر رہے ہیں۔“ (ترجمان القرآن، ساہتیہ اکیڈمی، نئی دہلی، ۱۹۶۸ء، ۳/ ۴۲۴۔۴۲۵)

زکوٰۃ کا اجتماعی نظم ہندوستان جیسے ملک میں بھی، جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں، قائم ہونا چاہیے۔ مولانا آزاد نے اس جانب توجہ دلاتے ہوئے لکھا ہے:

> ”لوگوں نے سمجھ لیا، زکوٰۃ نکالنے کا معاملہ اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ خود حساب کر کے ایک رقم نکال لیں اور پھر جس طرح چاہیں خود ہی خرچ کر ڈالیں، حالاں کہ جس زکوٰۃ کی ادائیگی کا قرآن مجید نے حکم دیا ہے اس کا قطعاً یہ طریقہ نہیں ہے اور مسلمانوں کی جو

جماعت اپنی زکوٰۃ کسی امینِ زکوٰۃ یا بیت المال کے حوالے کرنے کی جگہ خود ہی خرچ کر ڈالتی ہے وہ دیدہ و دانستہ حکمِ شریعت سے انحراف کرتی ہے اور یقیناً عند اللہ اس کے لیے جواب دہ ہوگی۔

اگر کہا جائے کہ ہندوستان میں اسلامی حکومت موجود نہیں، اس لیے مسلمان مجبور ہو گئے اور انفرادی طور پر خرچ کرنے لگے تو شرعاً و عقلاً یہ عذر مسموع نہیں ہوسکتا۔ اگر اسلامی حکومت کے فقدان سے جمعہ ترک نہیں کر دیا گیا، جس کا قیام امام و سلطان کی موجودگی پر موقوف تھا، تو ر زکوٰۃ کا نظام کیوں ترک کر دیا جائے؟ کس نے مسلمانوں کے ہاتھ اس بات سے باندھ دیے تھے کہ اپنے اسلامی معاملات کے لیے ایک امیر منتخب کر لیں، یا ایک مرکزی بیت المال پر متفق ہو جائیں، یا اقلاً ویسی ہی انجمنیں بنالیں جیسی بے شمار غیر ضروری باتوں کے لیے، بلکہ بعض حالتوں میں بدع محدثات کے لیے انھوں نے جا بجا بنالی ہیں۔'' (ترجمان القرآن، ۳/۴۲۸۔۴۲۹)

## 'پیداواری فقرا' میں تقسیمِ زکوٰۃ کی ضرورت

اموالِ زکوٰۃ سے فائدہ اٹھانے والے فقراء و مساکین کی بنیادی طور پر دو قسمیں ہیں: ایک وہ جن کی معاشی حالت انتہائی خستہ ہوتی ہے، ان کے پاس گزر اوقات کا کوئی ذریعہ نہیں ہوتا۔ وہ نان شبینہ کے محتاج ہوتے ہیں، جیسے بوڑھے، اپاہج، معذور، مریض، بیوہ اور انتہائی غریب افراد۔ انہیں جو کچھ دیا جاتا ہے وہ ان کی بنیادی ضرورتوں میں خرچ ہو جاتا ہے۔ ایسے لوگوں کو غیر پیداواری فقراء (Non Productive Poors) کہا جاتا ہے۔ دوسرے وہ لوگ ہیں جنھیں جسمانی طور پر کوئی عذر نہیں ہوتا، لیکن سرمایہ نہ ہونے کی وجہ سے وہ کوئی کاروبار نہیں کر سکتے۔ اگر انہیں کچھ رقم فراہم کر دی جائے، کوئی مشین یا اوزار خرید کر دے دیا جائے، یا کوئی ہنر سکھا دیا جائے تو وہ اپنے پیروں پر کھڑے ہو سکتے ہیں اور اپنے متعلقین کی کفالت کر سکتے ہیں۔ ایسے لوگ پیداواری فقراء (Productive Poors) کہلاتے ہیں۔ عموماً دیکھا گیا ہے کہ اموالِ زکوٰۃ کا غالب حصہ غیر پیداواری فقراء میں تقسیم ہو جاتا ہے اور مال دار مسلمانوں کی

توجہ پیداواری فقراء کی ضروریات کی تکمیل کی جانب نہیں ہوتی۔ رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے ایک عمل سے واضح ہوتا ہے کہ پیداواری فقراء کو خود کفیل بنانے کی بھی شعوری کوشش ہونی چاہیے۔

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہوکر دستِ سوال دراز کیا۔ آپ نے اس سے دریافت فرمایا: ''کیا تمہارے گھر میں کوئی چیز نہیں؟'' اس نے جواب دیا: ''ایک چادر ہے، جس کا کچھ حصہ ہم بچھاتے اور ڑھتے ہیں اور ایک پیالہ ہے، جس سے پانی پیتے ہیں۔'' آپؐ نے فرمایا: ''دونوں لے آو۔'' وہ انہیں لے کر آیا تو آپ نے اعلان کیا: ''ان دونوں کو کون خریدے گا؟'' ایک شخص نے ایک درہم قیمت لگائی۔ آپؐ نے فرمایا: ''انہیں ایک درہم سے زیادہ میں کون خریدے گا؟'' دوسرا شخص دو درہم دینے پر تیار ہوگیا۔ آپ نے اس سے فرمایا: ''ایک درہم سے کھانے کا سامان خرید کر گھر والوں کو دے آؤ اور دوسرے درہم سے ایک کلہاڑی خرید کر میرے پاس لاؤ۔'' وہ شخص کلہاڑی خرید کر لایا تو آپ نے اس میں اپنے دست مبارک سے دستہ لگایا، پھر فرمایا: ''جاؤ، اس کے ذریعے لکڑیاں کاٹو اور بیچو، میں تمہیں پندرہ دن تک نہ دیکھوں۔'' اس شخص نے ایسا ہی کیا۔ اسے دس درہم حاصل ہوئے۔ اس نے اس رقم سے پہننے کے لیے کپڑا اور کھانے کے لیے غلّہ خریدا۔ وہ رسول صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: ''یہ تمہارے لیے اس سے بہتر ہے کہ تم دستِ سوال دراز کرو اور یہ چیز روزِ قیامت تمہارے چہرے پر دھبے کی شکل میں ظاہر ہو۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الزکوٰۃ، ۱۶۴۱، سنن ابن ماجہ، ابواب التجارات، ۲۱۹۸، مسند احمد، ۳/ ۱۱۴)

## عصری تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ پر بھی خرچ کیا جائے

موجودہ دور میں زکوٰۃ کا بڑا حصہ دینی مدارس کے غریب و نادار طلبہ کی ضروریات پر خرچ ہوتا ہے۔ ماہِ رمضان میں تقریباً ہر چھوٹے بڑے مدرسے سے سفراء و محصلین کی جماعت صنعتی اور بڑے شہروں کا رخ کرتی ہے اور اصحابِ ثروت مسلمانوں سے رجوع کرکے اپنے اپنے مدرسے کے لیے چندہ وصول کرتی ہے۔ ان مدارس کے سالانہ مصارف کا بڑا حصہ زکوٰۃ کی مد میں حاصل ہونے والی رقوم سے پورا ہوتا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ یہ مدارس ملت کی اہم ضرورت

پوری کرتے ہیں۔ اگر یہ نہ ہوتے توملت اپنی دینی و تہذیبی شناخت کھو بیٹھتی۔ اس لیے زکوٰۃ وصدقات کا یہ بہترین مصرف ہیں۔ لیکن ساتھ ہی موجودہ دور میں اس کی بھی ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ اموالِ زکوٰۃ سے عصری تعلیم حاصل کرنے والے غریب و مستحق طلبہ کی بھی مالی امداد کی جائے۔ جدید اور عصری علوم کے موجودہ دور میں وسیع افق وا ہو گئے ہیں۔ میڈیکل، انجینئرنگ، زراعت، کمپیوٹر، سائنس وغیرہ کی بہت کی شاخیں ہیں۔ ان علوم میں مسلمانوں کا تناسب عالمی اور ملکی دونوں سطحوں پر انتہائی کم ہے۔ غربت اور وسائل کی عدم فراہمی کی بنا پر مسلم طلبہ یہ علوم حاصل ہی نہیں کر پاتے اور جو حاصل کرتے ہیں وہ آگے نہیں بڑھ پاتے۔ ضرورت ہے کہ ان علوم کی تحصیل کے لیے مسلم طلبہ کی ہمت افزائی کی جائے اور اموالِ زکوٰۃ سے اسکالرشپ کی شکل میں ان کی امداد کی جائے۔

اسلامی نقطۂ نظر سے ہر وہ علم جو معرفت الٰہی کا ذریعہ بنے اور اس سے خلقِ خدا کو فائدہ بھی پہنچے، اس کا حصول مطلوب و مستحسن ہے۔ اس معاملے میں دینی دعصری کی قید درست نہیں۔ دینی علم اگر نام ونمود کمانے کا ذریعہ بن جائے تو وہ نامحمود ہے اور عصری علم اگر تقربِ الٰہی کا ذریعہ بن جائے اور نافع ہو تو وہ محمود ہے۔ اس لیے عصری علوم حاصل کرنے والے غریب طلبہ کو بھی مستحقینِ زکوٰۃ کی فہرست میں شامل کرنا وقت کا تقاضا ہے۔

## 'فی سبیل اللہ' کی مد میں توسیع

مصارفِ زکوٰۃ میں سے ایک مصرف 'فی سبیل اللہ' ہے۔ موجودہ دور میں اس کی تعبیر و تشریح میں تین قسم کی آرا پائی جاتی ہیں۔ علماء کی اکثریت 'تضییق' (یعنی اس مد کو محدود تر کرنے) کی قائل ہے۔ وہ فی سبیل اللہ کو عسکری جہاد کے معنیٰ میں لیتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ صدر اول سے اب تک تمام محدثین، مفسرین، فقہاء سے یہی منقول ہے۔ گویا اس پر امت کا اجماع ہے۔ بعض علماء تعمیم (یعنی اس مد کو وسیع تر کرنے) کے قائل ہیں۔ وہ اس سے تمام 'وجوہِ خیر' مراد لیتے ہیں اور ہر اچھے کام کو زکوٰۃ کا مصرف قرار دیتے ہیں۔ علماء کا ایک تیسرا طبقہ بھی ہے، جس نے بین بین کی راہ اختیار کی ہے۔ وہ نہ تو ایسی تعمیم کی قائل ہے جو دین کے نام پر ہونے والے ہر کام

کو محیط ہو اور نہ اس کے نزدیک ایسی تنگی ہے کہ اس مصرف کے تحت مالِ زکوٰۃ کو قتال کے علاوہ احیائے دین کے کسی کام پر خرچ نہ کیا جا سکتا ہو۔ ان کے نزدیک جہاد بالسلاح کا مقصود چوں کہ اعلائے کلمۃ اللہ ہے اور یہ کام جس طرح قتال سے ہوتا ہے، اسی طرح داعیوں کی تیاری اور ان کی مدد اور تعاون کے ذریعے دعوت الی اللہ اور اشاعت دین سے بھی ہوتا ہے۔ لہٰذا دونوں طریقے جہاد ہی کے ہیں۔ اسلام پر آج ملحدین، یہود و نصاریٰ اور دشمنانِ دین کی طرف سے فکری اور عقائدی حملے ہو رہے ہیں اور دوسروں کی طرف سے انہیں مادی اور معنوی مدد مل رہی ہے۔ ان حالات میں انتہائی ضروری ہے کہ مسلمان ان کا مقابلہ انہی ہتھیاروں سے کریں جن سے وہ اسلام پر حملے کرتے ہیں۔ اس رائے کے حاملین فی سبیل اللہ کو جہاد فی سبیل اللہ کے معنیٰ میں لیتے ہیں، لیکن ان کے نزدیک جہاد اپنے درجات اور مراحل کے اعتبار سے فکری نوعیت کا بھی ہوتا ہے اور نظری و فکری بھی۔ غرض خالصتاً اعلائے کلمۃ اللہ کے مقصد سے کی گئی ہر جدّ و جہد پر 'فی سبیل اللہ' کا اطلاق ہو گا۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے، مجلہ فقہ اسلامی، قاضی پبلشرز نئی دہلی۔ ۱۹۹۴ء، جزء دوم، زکوٰۃ کے مصارف، مولانا عتیق احمد بستوی، مکتبہ حرا لکھنو، ۱۹۹۲ء، اسلامی فقہ اکیڈمی، مکہ مکرمہ کے فقہی فیصلے، طبع دوم، ۲۰۰۱ء)

مذکورہ تینوں آراء میں سے تیسری رائے موجودہ حالات میں قابلِ ترجیح ہے۔ اس کی روٗ سے اسلام پر مخالفین کی جانب سے کیے جانے والے اعتراضات کا جواب دینے اور اسلامی تعلیمات کے تناظر میں پیش کرنے کے مقصد سے قائم کیے جانے والے علمی و تحقیقی ادارے اور اسلام اور مسلمانوں کی شبیہ بگاڑنے کی مذموم کوششوں کا توڑ کرنے کے لیے ذرائعِ ابلاغ کے مراکز بھی زکوٰۃ کا بہترین مصرف ہیں۔

## 'فی الرقاب' کی عصری تعبیر

زکوٰۃ کا ایک مصرف 'فی الرقاب' ہے۔ اس کا مطلب ہے گردنیں چھڑانا۔ علماء نے اس سے غلاموں کو آزاد کرانا مراد لیا ہے۔ نزولِ قرآن پاک کے زمانے میں انسانوں کو غلام بنانے کی قبیح رسم موجود تھی۔ انسان اپنے ہی جیسے انسانوں کے قبضے میں رہتے تھے اور ان سے

جانوروں کی طرح کام لیا جاتا تھا۔ اسلام نے انہیں آزاد کرنے کی ترغیب دی۔ دوسروں کے قبضے سے انہیں آزاد کرانے کو کارِ ثواب قرار دیا اور اس کام کو زکوٰۃ کی رقم خرچ کرنے کے لیے ایک مصرف قرار دیا۔ اب جب کہ دنیا سے غلامی کا خاتمہ ہو گیا ہے، بعض علماء کی رائے ہے کہ یہ مد موقوف ہو گئی ہے۔

موجودہ دور میں ہندوستان میں مسلمانوں کے لیے حالات اتنے سخت ہو گئے ہیں کہ مصرفِ زکوٰۃ 'فی الرقاب' کی نئی تعبیر کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ مسلم نوجوان بڑے پیمانے پر ریاستی دہشت گردی کا شکار ہیں۔ بے بنیاد اور جھوٹے الزامات لگا کر انہیں جیلوں میں بند کر دیا جاتا ہے۔ مختلف دفعات کے تحت ان کے خلاف قائم کیے جانے والے مقدمات کا طویل سلسلہ چلتا ہے۔ مالی استطاعت نہ ہونے کی وجہ سے ان کی صحیح طریقے سے پیروی نہیں ہو پاتی، جس کی بنا پر طویل عرصے تک ان کی رہائی نہیں ہو پاتی اور ان کی جوانی کے قیمتی ایام جیل کی صعوبتیں جھیلتے ہوئے گزر جاتے ہیں۔ ان نوجوانوں کی حالت زمانۂ قدیم کے غلاموں سے بدتر ہوتی ہے۔ وہ اپنی گلوخلاصی کے لیے کوئی تدبیر نہیں پاتے۔ ایسے مظلوم اور بے سہارا افراد کی رہائی کے لیے قانونی چارہ جوئی کرنا، ان کے مقدمات کی پیروی کرنا، انہیں قید و بند سے چھٹکارا دلانا اور ان کی فلاح و بہود کے دیگر کام انجام دیا وقت کا اہم تقاضا ہے اور اس میں زکوٰۃ کی رقم استعمال کی جاسکتی ہے۔

زکوٰۃ کا اجتماعی نظام قائم کرنا ہندوستانی مسلمانوں کے لیے موجودہ دور کی ایک اہم ضرورت ہے۔ اسے منظم طریقے سے جمع کرنے اور منصوبہ بندی کے ساتھ تقسیم کرنے سے ان کے بہت سے معاشی مسائل حل ہو سکتے ہیں اور وہ اس کی دنیوی برکتوں سے بہرہ ور ہو سکتے ہیں۔

☆☆☆

**Dr. Muhammed Raziul Islam Nadvi**

Mobile:+91-9582050234 ‖ Email: mrnadvi@gmail.com